© rasailojaraid.com

اسباب زوال امت میں ہمارا کردار

ابوالفضل نور احمد
چیئرمین سندھیکا اکیڈمی

اس وقت دنیا کے تمام مسلمان عوام اپنے حکمرانوں کے رحم وکرم پر ہیں۔ اگر ایک شخص آمرانہ حیثیت میں جو سیاسی نظام ان پر مسلط کرے اور جو اقتصادی نظام ان کی عملی تقدیر بنائے ریاست کے تمام مسلمان اس سیاسی اور اقتصادی نظام کو اولی الامر کے اتباع میں قبول کر لیتے ہیں۔مسلمانوں کی دینی مزاحمت کیوں کہ ان کے علماء واکابر پر منحصر ہوتی ہے اس لیے جب تک علماء واکابر مزاحمت کی کسی تحریک کے پیچھے نہ ہوں اس وقت تک تبدیلی کی گنجائش نہیں ہوتی۔ جہاں تک انقلاب کے ذریعے تبدیلیوں کا تعلق ہے۔تو اس میں بھی اہم فکری عنصر اقتصادی افکار کا ہوتا ہے۔اور بدقسمتی سے اسلامی جماعتوں کے پاس فکری طور پر واضح اقتصادی پروگرام خلافت راشدہ کے بعد کسی دور میں بھی نہیں رہا ہے۔اسلامی جماعتیں جس اقتصادی پروگرام کی موجودگی کی دعویدار رہی ہیں وہ چونکہ، چنانچہ، لیکن، مگر اور قیل وقال کی ایسی گتھیوں میں الجھا ہوا ہے کہ عوام کا اس کو سمجھنا تو درکنار خواص بھی کسی نتیجہ پر نہیں پہنچ سکتے۔اقتصادی نظام کے اصول ریاضیاتی طریقوں پر دو اور دو برابر چار کی شکل میں ہوتے ہیں۔لیکن اسلامی تحریکیں کسی دور میں بھی اور کہیں بھی اپنے اقتصادی پروگرام کو ریاضیاتی شکل میں واضح نہیں کر سکی ہیں۔قرآنی اقتصادیات کی بنیاد " اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَ اَمْوَالَھُم " پر تھی جس میں ملکیت کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تمام اقسام مومنوں کے پاس امانت تھیں اللہ تعالی نے سودا کرلیا تھا ان کی جانوں اور مالوں کا، لیکن مسلمانوں نے ذاتی ملکیت کے مکمل اختیار کا ایسا نظام وضع کرلیا کہ وہ سرمایہ دارانہ نظام کی تقویت کا باعث بن گیا۔ خلافت کے بعد ملوکیت کو اپنی نسل اور بقاء کے لیے ملکیت و مال کو مرکوز رکھنے کے لیے جس اقتصادی نظام کی ضرورت تھی فقیہوں کے ایک گروہ نے اسلامی اصولوں کے نام پر اس کا ایک باقاعدہ نظام وضع کر کے بادشاہوں اور سلاطین کے ہاتھ میں تھما دیا۔ اس نظام کا مرکزی نکتہ یہ تھا کہ ''پیداوار کے ذرائع اور رزق کے سرچشموں پر قابض افراد کا قبضہ اور ملکیت ان کو خدا کی طرف سے عطا کردہ ہے۔'' فقیہوں کے ایک دوسرے گروہ نے حکمرانوں کی ان خواہشات کے خلاف مزاحمت بھی کی، جس کی وجہ سے انہیں کوڑے اور جیل کی ہوائیں کھانے کو ملیں لیکن ان حکمرانوں نے باغی علماء کی سیاسی اور اقتصادی مسائل پر مزاحمت کو عوام کے سامنے آنے نہ دیا اور حکمران سرکاری فقیہوں کے تعاون سے ایسے اعتقادی مسائل کو چھیڑ دیتے تھے جس سے وہ مناظرہ کی تشہیر اور پروپیگنڈہ کے ذریعہ ان باغی علماء کو اسلام دشمن ثابت کر کے اپنے انجام تک پہنچانے کا کام آسانی سے کرسکتے تھے۔

گذشتہ ایک ہزار اسال کی تاریخ میں وہی اقتصادیات مسلمانوں کی مسلم اسلامی اقتصادیات رہی ہے۔ کیپٹلزم کے یورپ و امریکا میں میں عروج کے بعد عالمی سامراج کو اسلامی ملکوں میں ایسے مسلمان عالم اور دانشور آسانی سے مہیا ہوئے جنہوں نے اسی فقہی اقتصادیات کی روشنی میں اسلام کے اقتصادی نظام کو سرمایہ دارانہ تشریحات میں (Capitalist interpretation) کے ساتھ پیش کرنے کی خدمات اس طرح سرانجام دی ہیں کہ اب دنیا کے انسانوں کے لیے تو کجا لیکن خود مسلم عوام کے لیے نظام سرمایہ داری اور اسلام میں کوئی حد فاصل کھینچنا مشکل بن گیا ہے۔

اس طرح مسلمان عوام کو غلامی کے قرآنی تصور سے بے بہرہ رکھا گیا ہے۔ نتیجہ میں ان کو اپنے حکمرانوں کے رحم و کرم پر گذارہ کرنے کے علاوہ چارہ بھی نہیں ہے۔ لیکن غربت اور معاشی بد

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حالی ایسی لعنتیں ہیں جس سے چھٹکارہ پانے کی انسانی جستجو کبھی ختم نہیں ہوئی۔ اس لیے جب کمیونزم اور سوشلزم کے ذریعہ معاشی استحصال کے خاتمہ کی آواز بلند ہوئی تو انسانی دنیا کے ایک بڑے حصہ نے اس کے ذریعہ غربت واستحصال سے جان چھڑانے کی امید باندھ لی۔

اور پوری دنیا نے دیکھا کہ ستر سال تک آدھی دنیا میں اس کا غلبہ قائم رہا۔ یورپ اور امریکا کی تمام سرمایہ داریت نے مسلم اقتدار اور مسلم مذہبی افکار کے تعاون اور اس نظام کی معروضی کمزوریوں کی وجہ سے اس پر عالمی غلبہ پانے میں کامیاب ہوگئی، لیکن اس کی قیمت دنیا کی ڈیڑھ ارب سے زیادہ مسلم عوام کو چکانی پڑی اور یونی پولر دنیا بننے کے بعد یورپ اور امریکا دہشت گردی کے انسداد کے نام پر دنیا میں چن چن کر مسلمانوں کو تہس نہس کرنے کے درپے ہیں۔

لیکن یہ سلسلہ یہاں ختم نہیں ہوا۔ امیری اور غریبی کا فرق دن بدن روز افزوں ہے اور عالمی سامراج بھلے انسانیت کو اس وقت اپنی حربی قوت اور نظام سرمایہ داری کے چنگلوں میں دبانے کی ہزار کوشش کرے، لیکن انسانیت ان چنگلوں سے نکلنے کے لیے بیتاب ہے۔ اور غریب وامیر اور کمزور وطاقتور کی جنگ کا لاوہ اندر ہی اندر پک رہا ہے۔

مسلمانوں کو " لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّه" کی عالمی سیادت عطا کی گئی کہ وہ انسانیت کے لیے نظام ربوبیت، نظام حکومت اور نظام الوہیت میں ساری انسانیت کے رہنما ہونگے۔ لیکن ہم نے اپنی بے عملی سے اس سیادت کی اہلیت کھودی ہے تو زمانہ کی رفتار ہمارا انتظار نہیں کرے گی۔ ہم غربت اور معاشی بدحالی کو ختم کرنے اور طاقتور فرعونوں اور ابولہبوں کو ختم کرنے اور کمزوروں کو استخلاف دینے کا پروگرام انسانیت کو نہیں دے سکے تو پھر یہ آواز یورپ سے یا دنیا کے کسی اور خطے سے اٹھے گی اور ہم حسب سابق طرفہ تماشائی بنے رہیں گے۔ اور ہمارا یہ انتظار لمبا ہی ہوتا جائے گا کہ نزول مہدی کے بعد ہی حالات تبدیل ہوسکتے ہیں۔ تیرہ سو سال سے یہ انتظار چلا آرہا ہے اور اسی طرح مزید تیرہ سو سال اور بھی گذر جائیں گے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس وقت عالم انسانیت کو چار بنیادی انسانی مسائل سابقہ ہے اور ہمارا رویہ ان مسائل میں کیا ہے، ذرا اس پر نظر ڈالتے ہیں۔ انسانی تاریخ میں انسانیت کی ذہنی شعوری اور تہذیبی ارتقا میں ادیان کا بنیادی کردار رہا ہے۔ ان کا بنیادی مقصد انسانی آزادیاں تھیں، جس کو دینی اصطلاح میں توحید کا نام دیا گیا۔ لیکن مسخ شدہ مذہبیت نے دین کے دیگر کئی اصولوں کی طرح توحید کی معنی کو بھی اس طرح مسخ کر دیا ہے کہ آج آدمی توحید کے مفہوم میں آزادی کی جھلک بھی محسوس نہیں کرتا۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ آزادی کی معنی مکمل ہی تب ہوتی ہے جب اس میں توحید کی آزادی کا تصور شامل ہو۔

آزادی اللہ تعالی کو اس لیے بھی مطلوب ہے کہ انسان اپنے لیے آزاد رائے کا اختیار حاصل رکھے تاکہ وہ دو راستوں میں سے ایک کے انتخاب کا مجاز بن سکے۔ اور آزادی اللہ تعالیٰ کو اس لیے بھی مطلوب ہے کہ نیکی کے راستہ کے انتخاب کے بعد وہ اس راستہ پر چلنے اور دوسروں کو اس راستہ پر بلانے کا کام بھی کر سکے۔ اس لیے پیغمبروں نے جب بھی انسانوں پر استبداد مسلط دیکھا تو انہوں نے انسانوں کی آزادی کا منصب ادا کیا ہے۔ حضرت موسی علیہ السلام نے بنی اسرائیل کی آزادی کے لیے فرعون کی دربار میں اذن بلند کیا" **فارسل معی بنی اسرائیل** "

لیکن جب توحید سے آزادی کا مفہوم ہی خارج کر دیا گیا تو دانش انسانیت آزادی کے لیے کارپوریٹ اکانومی اور کمیونزم وغیرہ سے امید تو قائم کرتی ہے، لیکن سیاسی واقتصادی پروگرام کے حوالہ سے اسلام سے توقعات رکھنے کی کسی طور پر بھی روادار نہیں۔

یہ رائے قائم کر کے کہ یہود، نصاری وہنود سازش کے ذریعہ ہمارے عالمی امیج کو تباہ کرتے ہیں، ہم اپنی اس کوتاہی کو قطعی نہیں چھپا سکتے کہ ہم اسلام کے سیاسی واقتصادی نظام کی تمام اعلی قدروں کو اختیار کرنے اور عملی طور پر انسانیت کے سامنے اس کی مثال پیش کرنے میں ناکام رہے ہیں۔ ہم نے ان اعلی قدروں کی پاسداری کے بجائے بدھ مت، ہندو مت اور سکھ مت کی طرح اسلام کو بھی مخصوص عباداتی نظام کی ایک امت بنا دیا ہے اور ڈھنڈورہ پیٹ رہے ہوتے ہیں کہ یہود ونصاری اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہنود کی سازش سے ہمارے ساتھ یہ ہو رہا ہے۔

آزادی کے ساتھ جمہوریت کے حوالہ سے بھی ہمارا رویہ طرفہ تماشا رہا ہے۔قرآن کی ہدایت ھدی للناس کعبہ مثابة للناس رسول رحمت اللعالمین اور پھر ہماری تمام دینی تحریکیں اور تشریحات مسلکی اور گروہی رہی ہے۔قرآنی فکر کے تمام مرکزی نکات پر یاایھا الناس کے خطاب سے انسانیت کو بلاوہ دیا گیا ہے لیکن یہ انسانیت یہ عوام ہمارے پاس العوام کاالانعام (عوام جانوروں) کی حیثیت میں ہوتے ہیں اور عوام جہلاء میں سے ہوتے ہیں۔

ایک لیڈر نے سیاسی پروگرام دیا طاقت کا سرچشمہ عوام ہیں۔اس پر فتوے جاری ہو گئے کہ یہ کفر کا پروگرام ہے اور طاقت کا سرچشمہ اللہ تعالی کی ذات ہے۔ بھائی میرے قرآن کی رو سے دھرتی پر استخلاف اللہ تعالی کی نیابت اور نمائندگی میں عوام کا قائم ہوگا، الناس کا قائم ہوگا، مستضعفین (Masses) کا قائم ہوگا۔قرآن نے مستضعفین یعنی کمزور اکثریت عوام کے استخلاف کا پروگرام دیا ہے اور آپ فتوے جاری کیے جا رہے ہیں۔

نتیجہ کیا ہوتا ہے کہ مسلمان عوام ایسی آراء پر خود آپ سے کٹ رہا ہے۔عوام نے طاقت کا سرچشمہ عوام کو سمجھنے والوں کو سرآنکھوں پر رکھ لیا، اور آپ کے لیے طے کر لیا ہے کہ آپ ان کے مُردوں کی نماز جنازہ اور مغفرت کی ورود وظائف کا فریضہ بخوبی سرانجام دیتے رہیں۔

قرآن نے شورائیت کی کوئی شکل انسانیت پر اس لیے مسلط نہیں کی کہ یہ اقوام، زمانہ اور زمینی حالت و حقیقتیں متعین کریں گی کہ شورائیت کا کون سا طریقہ کار نتیجہ خیز ہے۔۱۲ہزار سال سے زائد کے انسانی سفر میں یونان، وادی سندھ اور مکہ کی شہری ریاستوں سے لے کر یورپ کی قومی ریاستوں تک انسان کے سیاسی سفر نے مشورے کا ایک نظام ڈویلپ کیا ہے اگر آپ کے پاس اس میں بہتری کے عملی نمونے موجود ہیں تو آپ اس کو عمل میں لائیں، ان سے دیگر انسانیت کو متعارف کرائیں۔اگر وہ انسانیت کے لیے قابل عمل اور مفید ہونگے تو آپ کے جمہوری نظام کی خوبیاں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بقائے اصلح کے تحت باقی رہیں گی۔ یہ آپ کو اعتماد ہونا چاہیے لیکن آپ ہزار ہا سال کے انسانی سفر کے نتیجہ میں ایک شکل پانے والی قدر کو یک لخت لات مار کر کہتے ہیں کہ ڈیموکریسی چونکہ یورپ کے سیاسی نقشہ سے ابھری ہے اس لیے کافرانہ نظام ہے تو یہ آپ انسانیت کے ساتھ ہمقدم ہونے سے انحراف کرتے ہیں جس کے نتائج کے طور پر ہم مسلمانوں نے بہت کچھ بھگتا ہے اور یہ بھگتنے کا عمل ختم ہی نہیں ہو رہا۔ ہمارے مذہبی طبقوں کا یہی رویہ سیکیولرزم کی اصطلاح کے ساتھ ہے۔ اس اصطلاح کو لادینیت کے معنوں میں اتنا گھسیٹا گیا ہے کہ اس کی حقیقی افادیت ہی ہمارے لیے نامعلوم ہو کر رہ گئی ہے ہے۔ مغرب نے ایک اصول (Doctrione) کے طور پر اس کو متعارف کرایا تو اس کے پانچ تقاضے بیان کیے۔

۱۔ سائنسی علوم انسان کے سچے رہنما

۲۔ عقلی اور مادی بنیادوں پر استوار اخلاقیات

۳۔ عقل و شعور کی اتھارٹی

۴۔ فکر و اظہار خیال کی آزادی

۵۔ انسانی زندگی کی نشو و نما اور ترقی پر فکر و عمل کا ارتکاز

سیکیولر ڈاکٹرائن کے ان پانچ نکات سے کہیں بھی لادینیت کی معنی سامنے نہیں آتی۔ بلکہ انسان کی عملی دنیاوی زندگی کی حقیقت ان نکات کے گرد ہی گھومتی ہے۔ یہ بات بھی بہت عجیب ہے کہ ہم اپنے مطلب کے وقت سیکیولرازم کی معنی مثبت معنوں میں لیں اور باقی عوام کو بیوقوف بنانے کے لیے سیکیولرازم کے معنی ''لادینیت'' مقرر کرتے ہیں۔ ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے اپنی کتاب ''استحکام پاکستان'' کے صفحہ ۲۳ پر مائیکل ایچ ہارٹ کی کتاب The 100 سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ دنیا کی بھلائیاں اور حسنا کیاں پانا مسلمانوں کے فکر کا مرکزی نکتہ ہے۔ قرآن اس فکر علمبردار ہے اور انسانیت کے لیے احسان مندی کا بھنڈار ہے، لیکن کسی بھی مضبوط نظریہ کے لیے عملی زندگی ناگزیر ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۔ الا الذین آمنوا وعملوا الصالحات :ایمان، مضبوط فکر اور اس کے لیے عملی زندگی، اور پھر مضبوط جماعت جو تواصوا بالحق اور تواصوا بالصبر پر کاربند ہو۔ یعنی وہ جماعت استقامت کے ساتھ حق کو سربلند رکھنے کا منصب ادا کرے۔

یہ عملی زندگی اسلامی فکر کی کل کائنات ہے۔ اسلام نے جس نئے دور کو جنم دیا اس کی خوبی اور امتیاز ہی یہ عملی زندگی ہے۔ پیغمبر علیہ السلام اسلامی فکر کو پہلی مرتبہ انسانوں تک لاتے ہیں اور صفا کی پہاڑی پر مکہ والوں کو بلا کر اپنی عملی زندگی کو شاہد بناتے ہوئے توحید کا فکر ان کے سامنے رکھتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ یہ کام مکہ کی پہاڑی کو جنبش دے کر بھی ان تک پہنچا سکتے تھے۔ سورج کے رخ کو تبدیل کر کے بھی اپنی صداقت کا یقین حاصل کر سکتے تھے۔ لیکن آپ نے اپنی عملی زندگی کو شاہد بنایا۔ اس طرح آپ نے آنے والے تمام ادوار کے لیے اس روایت اور اصول کی بنیاد رکھ لی کہ آپ جب بھی انسانیت کے پاس فلاح و کامرانی کی فکر لے جائیں گے تو آپ کو اپنے عملی کردار سے جانا ہوگا۔

ایسا عملی کردار کہ مکہ کی بوڑھی عورتیں سامان کے بوجھ تلے پریشان ہوں تو ان کا سامان ان کے گھروں تک پہنچا دیں۔ ایسی عملی زندگی کہ سود کی لعنت میں گرفتہ شخص سودخور کے ظلم سے بیتاب ہو تو اپنی پونجی سے اس کا سود ختم کر کے اس کو خلاصی عطا کریں۔ ایسی عملی زندگی کہ مسافروں کو زادراہ نہ ہو تو ان کو مہیا کریں۔ اور ایسی عملی زندگی کہ غریبوں کو گذر میں تنگی ہو تو ان کے کھانے اور ٹھکانے کا بندوبست کریں۔ ایسی عملی زندگی کہ مکہ کے بازاروں میں سرکش و متکبر سرداروں کے ظلم سے لوگ پریشان ہوں تو ان کی نجات کے لیے حلف الفضول جیسے کنونشن منعقد کر کے انسانیت کے اجتماعی فلاح کی کارگذاری ہو۔ اور جب ایسی عملی زندگی انسانوں کے سامنے آتی ہے تو پھر نظریہ اور فکر کو غلبہ اور استحکام عطا ہوتا ہے۔

زیادہ دور کی بات نہیں حماس اور حزب اللہ حال ہی کی مثالیں ہمارے سامنے ہیں۔ ان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسلامی تحریکوں کی جہد کے پیچھے ان کی عملی زندگی کی طاقت ہے جس نے ان تحریکوں کو استحکام عطا کیا ہے اور اسرئیل کے لیے سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح سینہ سپر ہیں۔

اس پوری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم اگر دنیا میں کوئی اپنا کردار ادا کرنا چاہتے ہیں تو پہلی بات یہ ہے کہ قرآن و سنت کو خدا پرست انسان دوست فکر کی صورت میں اپنا رہنما بنانا ہوگا۔ برصغیر والوں کی خوش قسمتی ہے کہ یہاں امام شاہ ولی اللہ اور اس کی جماعت نے اس طرح کی جدو جہد کے واضح پروگرام اپنے متبعین کے لیے چھوڑے ہیں اور دوسری اہم بات یہ ہے کہ انسانی صداقتوں اور سچائیوں سے ہمیں اصطلاحات کی گھتیوں میں الجھ کر تصادم چھوڑنا ہوگا۔ یہ بات طے شدہ امر ہے کہ قرآن مجید کی ہدایت اور اسلام کا پیغام پوری انسانیت کے لیے ہے۔ لیکن بدقسمتی سے معاندین اسلام کی سازشوں اور کچھ مسلمان جماعتوں کے رویوں کی وجہ سے اس کی گروہی شناخت مسلم ہوتی جارہی ہے۔ اس کے نتیجہ میں عالمی طور پر ارباب علم ودانش کے اندر قرآن اور اسلام کے متعلق اس تاثر کا پروپیگنڈہ زوروں پر ہے۔ مسلمانوں کی گذشتہ ایک ہزار سالہ تاریخ کے پس منظر میں قائم یہ تاثر تب ختم ہوگا جب مسلمان ارباب علم ودانش قرآن کی عالمگیر ہدایت کے عصری مظاہر آزادی، جمہوریت، مساوات اور رواداری پر وسیع اجماع قائم کریں۔ اور پھر تمام اقوام عالم یورپ وامریکا کی اپنی تشریحات سے پوری دنیا کا استحصال کرنے کے راستے مسدود ہو جائیں گے بلکہ مسلمانوں کے لیے اپنے خیر امت کے منصب کی ادائیگی کا عملی عالمی منشور واضح ہو جائیگا اور دوسری طرف امت مسلمہ انفرادیت پسندی کے رجحانات اور گروہی ومسلکی دلدلوں سے نکل جائے گی۔

عالم اسلام کے حکمراں عالمی سامراج کے آلہ کار بنے ہوئے ہیں۔ بادشاہتیں اور فوجی حکمران اس میں پیش پیش ہیں۔ یہی بادشاہتیں اور فوجی آمریتیں اپنے ممالک میں مسلمانوں کی فلاحی اسلامی اور جمہوری حکومتیں قائم کرنے میں رکاوٹ بنی ہوئی ہے۔ اس لیے مسلمان علماء اور اسکالرز کا فرض بن جاتا ہے کہ وہ عوام کو بادشاہتوں اور فوجی آمریتوں کے خلاف عقیدے کی حد تک

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بیدار کریں۔ اور جمہوری معاشروں کے فوائد سے انہیں بہرہ ور کریں۔ اسلامی ممالک کی فوجیں استحصالی بادشاہوں، آمر حکمرانوں، دولتمندوں اور سرداروں کی اتحادی بن کر غیر ملکی آقاؤں اور مغربی سامراج کے لیے استعمال ہوتی رہی ہیں ان کی عوام دشمنی مسلم ہے اس لیے مسلمان ممالک کی موجودہ فوجی تنظیم کے برعکس ایک نئی عوامی فوجی تنظیم کا ایک مؤثر نظام مسلم ممالک میں متعارف کرایا جائے جس میں ہر شہری شرکت کا مجاز ہو۔ اس طرح مسلمانوں میں اجتماعیت، حریت اور منصب خیرامت کے جذبہ کو عملی فروغ حاصل ہوگا۔

یہاں اسلامی فکر سے وابستہ اہل معاندین اسلام کی سازشوں سے امت کو باخبر رکھنے اور مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ میں اپنا عصری کردار ادا کرنے کی غرض سے جمع ہیں۔ ہم نے معاندین اسلام کی سازشوں کو بے نقاب کرنے میں کئی دہائیاں صرف کردی ہیں۔ اب ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم ان معاندین اسلام اور انسانیت کے عالمی دشمنوں کے ظلم واستحصال سے انسانیت کو تب ہی نجات دلاسکتے ہیں جب ہم فکری اور عملی طور پر اتباع اسوہ محمدی سے خود کو محسن انسانیت ثابت کردیں۔ اگر ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ہم اپنے آباواجداد کی فکر وعملی کمائی پر تاحد قیامت گذارہ کرلیں گے اور اپنی کوئی کارکردگی انسانیت کے سامنے پیش نہیں کریں گے تو پھر اقبال کی شکایت کا اعادہ برقرار ہی رہے گا۔

ہاتھ پہ ہاتھ دھرے بیٹھے ہو اور منتظر فردا ہو

اس لیے اگر بیداری مسلم کی بات ہے اور ان کے لیظہرہ علی الدین کلہ کے مظہر بننے کی بات ہے تو اس کی کلید یہ ہے کہ مسلمانوں کے اہل دانشوفکر کو انسانی سیادت کے عالمی افکار سے منظم کرنا ہوگا۔

© rasailojaraid.com